شاہد حسین رزاقی

# انسدادِ غلامی کی جدّوجہد

انسانی تہذیب کے آغاز ہی میں زرعی معاشرے کے ساتھ غلامی کی بھی ابتدا ہوگئی اور اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ یونان کی شہری ریاستوں میں جب قدیم تہذیب اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گئی تو جمہوری نظام کی حیرت انگیز ترقی کے باوجود یونانی معاشرہ غلامی پر مبنی تھا اور غلامی کے بغیر اقتصادی نظام کا برقرار رہنا ممکن نہ تھا۔ یونان کی تمام شہری مملکتوں میں غلاموں کی تعداد آزاد شہریوں کی کئی گنی تھی۔ چنانچہ ایتھنز میں ان کی تعداد پانچ گنی اور ایجینا میں دس گنی تھی۔ یہی حال اسپارٹا اور دوسری ریاستوں کا تھا۔ اور کورنتھ کی چھوٹی سی ریاست میں تقریباً پانچ لاکھ غلام تھے ہومر سے لے کر افلاطون تک انسانی ہمدردی رکھنے والے افراد نے غلامی کی مذمت کی اور اس کو انسانوں پر بدترین ظلم قرار دیا۔ افلاطون تو آزاد شہری کے غلام بن جانے کے حادثے کو اس کی موت سے بھی بدتر سمجھتا تھا لیکن ان میں سے کسی ایک شخص نے بھی غلامی کو ختم کردینے کی تحریک نہ کی۔ سولن نے معاشرتی سیاسی اور اقتصادی اصلاح کے لئے اہم قدم اٹھائے لیکن غلامی کو ختم کردینے کا خیال تک نہ کیا اور ارسطو کے نزدیک تو نظامِ غلامی ایک مستقل معاشری عنصر تھا اور وہ معاشری و اقتصادی نظام کے لئے اس طبقہ کو ناگزیر تصوّر کرتا تھا۔

روما کا نظامِ غلامی یونان سے بھی زیادہ وسیع اور ظالمانہ تھا۔ اور غلامی کی اس وسعت کا بنیادی سبب رومنوں کی عظیم فتوحات تھیں۔ رومن شہری فوجی خدمات، جنگوں اور فتوحات میں مصروف تھے۔ فتوحات کی وجہ سے رومنوں کی دولت میں کثیر اضافہ ہوگیا تھا اور وسیع علاقے ان کی ملکیت میں آگئے تھے لیکن زرعی زمینوں پر کام کرنے کے لئے آدمی نہ ملتے تھے۔ اس لئے جنگی قیدیوں کو غلام بنا کر زراعت کے کاموں میں لگا دیا گیا۔ فتوحات میں اضافہ کے ساتھ ہی غلاموں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ اور بعض فتوحات کے بعد ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ جنگی قیدی فروخت کئے گئے۔ جولیس سیزر نے فرانس میں ایک روز تریسٹھ ہزار قیدی فروخت کئے تھے۔ امراء کے پاس غلام کس کثرت سے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آگسٹس کے عہد میں ایک شخص کیسی لیس نے ترکہ میں سوا چار ہزار غلام چھوڑے تھے۔ اور بلیر کا یہ بیان ہے کہ کلاڈیس کے عہد میں غلاموں کی تعداد دو کروڑ تراسی ہزار تھی۔ ڈیلوز اور روما غلاموں کی بہت بڑی منڈی تھے جہاں فرانس، اسپین، افریقہ اور ایشیائی ممالک سے غلاموں کو فروخت کے لئے لاتے تھے۔ زراعت کے علاوہ کاروبار کی نگرانی، خانہ داری، مویشیوں کی دیکھ بھال، تفریحات، عبادت گاہوں، دفتری کاموں، شہروں کی صفائی، سڑکوں کی

تعمیر وغیرہ کے لئے بھی غلام رکھے جاتے تھے۔ اس طرح غلام رومن معاشرہ کا بنیادی عنصر بن گئے تھے۔ اور آقا ان سے ہر قسم کا فائدہ اٹھاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود غلاموں پر انسانیت سوز مظالم کئے جاتے تھے۔ ان کے لئے جداگانہ قانون تھا اور آقا کو ان کی زندگی تک پر اختیار حاصل تھا۔ رومن جمہوریہ اور شہنشاہیت دونوں میں غلامی انتہائی ظالمانہ شکل میں نافذ تھی لیکن اس کو ختم کرنے کا خیال تک نہ کیا گیا کیونکہ وہ غلاموں کے بغیر کسی معاشرہ کا تصور تک نہ کر سکتے تھے۔

آگسٹس سیزر کے عہد میں حضرت عیسٰی پیدا ہوئے اور انھوں نے بنی نوع انسان کی محبت کو اپنی تعلیمات میں بنیادی اہمیت دی۔ لیکن غلامی کو ختم کرنے پر عیسائیت نے بھی توجہ نہ کی۔ عیسائیت کے پیش نظر انسان کی محض روحانی نجات تھی اور روحانیت کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ مادی اور معاشرتی مسائل نظر انداز کر دئے گئے۔ چنانچہ حضرت عیسٰی کے حواری پیٹر اگرچہ غلامی کو قانونِ فطرت کے خلاف سمجھتے تھے لیکن غلامی کے شر میں ان کو خیر کا پہلو نظر آتا تھا چنانچہ ان کا یہ نظریہ تھا کہ نظامِ غلامی برائیوں کو روکنے کا ایک مؤثر ترین عملی ذریعہ ہے۔ کیونکہ آقا کو غلام پر وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ اپنے غلام کو جو گناہ کی طرف مائل ہو سزا دے کر گناہ سے روک سکتا ہے۔ پیٹر کے نزدیک غلامی کو برقرار رکھنے میں اس لئے کوئی مضائقہ نہ تھا کہ جو شخص نیک اعمال کر کے اپنی روح کو آزاد کر لیتا ہے وہ اگر جسمانی طور پر غلام بھی ہو تو وہ آزاد ہی رہتا ہے۔ اس طرح اسلام سے پہلے غلامی کا طریقہ نہ صرف عام تھا بلکہ اس کو ناگزیر بھی سمجھا جاتا تھا اور اس کو ختم کرنے کی کوئی تحریک نہیں کی گئی۔

## اسلام کی انسدادی تدابیر

جب اسلام کا ظہور ہوا تو دوسرے ممالک کی طرح عرب میں بھی غلامی رائج تھی اور اس کو معاشرہ کا ایک لازمی عنصر تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے غلامی کو ختم کر دینے کی تحریک سب سے پہلے شروع کی اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نہایت مناسب اور قابلِ عمل تدبیریں اختیار کیں۔ اسلام حریّت و مساوات انسانی کا پیغام لے کر آیا تھا اور اس کو انسانیت کے دامن سے غلامی کا داغ بھی دھونا تھا۔ غلامی کے ضمن میں دو مسائل اہم تھے۔ ایک تو اس نظام کو ختم کر دینے کی تدبیریں اختیار کرنا اور دوسرے غلاموں کو ان مظالم سے نجات دلانا جو اس نظام کی خصوصیت بن گئے تھے۔ معاشرتی اور اقتصادی نظام اس زمانہ میں غلامی کے نظام سے جس طرح وابستہ ہو گئے تھے اس کے پیش نظر غلامی کو یک لخت ختم کر دینا ممکن نہ تھا۔ اور ایسی تدبیریں اختیار کرنے کی ضرورت تھی جو بتدریج غلامی کو بالکل ختم کر دیں لیکن دوسرا مسئلہ یعنی غلاموں کو مظالم سے نجات دلانا فوری توجہ کا مستحق تھا۔ اسلام نے نظامِ غلامی کو ختم کر دینے کا یہی طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ غلاموں پر مظالم کو فوراً ختم کر دیا، ان کو اہم حقوق عطا کئے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اسلام نے مسلمانوں کو غلاموں سے جس قسم کا سلوک کرنے کا پابند کیا وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے :

"غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلانا۔ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہنانا۔ ان سے کوئی خطا ہو تو درگذر کرنا۔ یا ان کو جدا کر دینا۔ وہ بھی اللہ ہی کے بندے ہیں۔ ان کے اوپر سختی روا نہ رکھنا"

حضورؐ کو غلاموں سے اچھا برتاؤ کرنے کا اس قدر خیال تھا کہ ہمیشہ اس کی تاکید کرتے تھے اور حالتِ نزع تک میں غلاموں سے حسن سلوک کی تلقین فرماتے رہے۔

غلاموں پر مظالم کا انسداد کرنے اور ان کو حقوق دے کر ان سے اچھا سلوک کرنے کا اہم مسئلہ تو اسلام نے فوراً ہی حل کر دیا۔ اور پھر نظام غلامی کو جلد سے جلد ختم کر دینے کی موثر تدبیریں اختیار کیں۔ غلاموں کو آزاد کرنے کی ایسی متعدد شکلیں قرآن نے مقرر کر دیں کہ رفتہ رفتہ غلامی بالکل ختم ہو جائے۔ چنانچہ اولاً تو قرآن نے آئندہ غلام بنانے کے طریقے کو مسدود کر دیا۔ پھر جو لوگ پہلے سے غلام تھے۔ ان کی آزادی کی راہیں نکالیں۔ قرآن نے غلام کو آزاد کرنا اللہ کی شکر گذاری کے واجبات میں سے سب سے مقدم قرار دیا۔ (۹۰/۱۳) زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں غلاموں کو آزاد کرانا بھی شامل کیا (۹/۶۰) خطاؤں کے کفارہ میں غلام کو آزاد کرانے کی شکل نکالی اور یہ حکم دیا۔ کہ جو کوئی غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر دے تو وہ ایک مسلمان بردہ آزاد کرے۔ (۴/۹۲) اور جو شخص قسم پوری نہ کرے وہ ایک غلام آزاد کرے (۵/۸۹) جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں اور پھر اس کی طرف لوٹنا چاہیں وہ پہلے ایک بردہ آزاد کریں (۵۸/۳) قرآن نے یہ بھی حکم دیا کہ جو غلام اپنی آزادی کو خریدنا چاہیں ان کو نہ صرف آزاد کر دیا جائے بلکہ ان کی مدد بھی کی جائے (۲۴/۳۳) غلامی کے بڑھنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ یعنی اسیران جنگ کو غلام بنانا اور قرآن نے ان کی آزادی کا حکم دے کر نئے غلام بنانے کا راستہ ہی بند کر دیا:

حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ — یہاں تک کہ جب ان کا (دشمن کا) زور توڑ لو تو ان کو قید کر لو۔ اور پھر
فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً — یا تو احسان رکھ کر یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو۔

رسول کریمؐ نے بھی مسلمان غلام کو آزاد کرنے کو آتشِ جہنم سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا۔ گناہوں اور غلطیوں کے کفارہ میں غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ اور مسلمان بچوں کو نوشت و خواند سکھانا بھی جنگی قیدیوں کی رہائی کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ غلامی کو ختم کرنے کی ان تدبیروں کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلامی بتدریج ختم ہونے لگی۔ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں عرب غلامی سے پاک ہو گیا تھا۔ اگر یہ طرز عمل جاری رہتا تو کچھ عرصہ کے بعد دوسرے ممالک میں بھی غلامی کا قلع قمع ہو جاتا۔ لیکن بدقسمتی سے اسلامی خلافت اور جمہوریت کی جگہ سلطنت و ملوکیت نے لے لی۔ اور غلامی پھر عود کر آئی۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نظام غلامی صدیوں تک جاری رہا۔ تاہم ایک بنیادی فرق پیدا ہو گیا۔ مغرب کی تجارت پیشہ اور مفاد پرست قومیں تو غلاموں پر بدستور مظالم کرتی رہیں۔ لیکن اسلامی تعلیمات کے اثر سے مسلم ممالک میں غلاموں کو معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، قانونی ہر قسم کے حقوق حاصل رہے۔ اور ان کے حقوق کا ہمیشہ احترام کیا جاتا رہا۔ خلافت کے ملوکیت میں بدل جانے سے غلامی کے بتدریج ختم ہو جانے کا عمل تو رک گیا لیکن غلاموں سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کے احترام کا نظریہ برقرار رہا۔ اسلام نے مسلمانوں

میں جو معاشرتی مساوات پیدا کردی تھی۔ وہ ہر دور میں کم وبیش برقرار رہی۔ اگر عہدِ رسالت کے غلاموں میں سے اسلامی تعلیمات کی بدولت حضرت بلالؓ اور حضرت زیدؓ جیسے بلند مرتبہ والے صحابی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ تو مسلمانوں کے دورِ ملوکیت میں بھی غلام اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہوئے۔ مصر میں مملوک نے حکومت کی اور جوہر نامور سپہ سالار ہوا۔ غزنی میں سبکتگین غلام کے درجہ سے ترقی کرکے تختِ سلطنت پر متمکن ہوا اور ایاز نے قابلِ رشک عزت وشہرت حاصل کی۔ ایبک نے ہندوستان میں مسلم شہنشاہی کی ابتدا کی۔ التمش اور بلبن جیسے زبردست فرمان رواؤں اور ملک کافور جیسے فاتح سپہ سالار نے غلاموں ہی کی حیثیت سے ترقی کرکے یہ اعلیٰ مرتبے حاصل کئے تھے۔ تمام مسلم سلطنتوں میں غلاموں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کی اور نامور ہوئے۔ ان کی یہ سربلندی درحقیقت اسلام کی پیدا کردہ معاشرتی مساوات کی رہینِ منت تھی۔ جو اسلامی حکومت کے خاتمہ اور ملوکیت کے عروج کے زمانے میں بھی باقی رہی۔ اور جو اسلامی جمہوریت کی ایک نمایاں خصوصیت ثابت ہوئی۔

ایک طرف اسلامی تعلیمات نے غلامی کے قدیم نظام پر کاری ضرب لگائی اور دوسری طرف ازمنۂ وسطیٰ میں یورپی معاشرہ کی نوعیت بدل گئی۔ جس کا بالواسطہ نتیجہ پرانے نظام کے خاتمہ کی شکل میں نکلا۔ اور ایک نیا نظام قائم ہوگیا۔ جو اپنی تمام خرابیوں کے باوجود قدیم نظامِ غلامی سے بہتر تھا۔ ازمنۂ وسطیٰ کے جاگیری نظام میں غلامی کی جگہ زرعی غلامی نمودار ہوئی اور یورپ کے تمام ممالک میں زرعی غلامی جاگیری معاشرہ کی اساس بن گئی۔ جاگیری معاشرہ کے آخری دور میں مطلق العنان حکمرانوں کا دور آیا۔ اس زمانہ میں جاگیرداروں کا اقتدار تو ختم ہوگیا لیکن زرعی غلامی برقرار رہی۔ تاہم اس میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں ہونے لگیں اور انقلاب فرانس نے آزادی ومساوات کے نظریات اس شدت سے پیش کئے کہ زرعی غلامی کا نظام بھی شکست ہونے لگا۔ اور یورپ کے مختلف ممالک میں زرعی تحریکوں کی کامیابی سے زرعی غلامی بھی ختم ہوگئی۔ لیکن اسی زمانہ میں جب کہ یورپ انقلابی تحریکوں سے متاثر ہوکر نظامِ غلامی کی باقی ماندہ تمام شکلات کو ختم کررہا تھا۔ امریکی نوآبادیوں میں غلامی کے قدیم طریقہ کی پھر تجدید ہونے لگی۔ اور تقریباً تمام امریکی نوآبادیوں میں غلامی کا نیا دور قدیم معاشروں کے نظامِ غلامی سے بھی زیادہ وحشیانہ اور ظالمانہ طور پر شروع ہوگیا۔

## غلامی کا نیا دور اور انسدادی تحریکیں

غلامی کے اس نئے دور کا آغاز درحقیقت یورپ میں ہوا۔ اور یورپی اقوام نے ہی اس کو تمام امریکی نوآبادیوں میں پھیلایا۔ اس کی ابتدا پرتگالیوں نے کی تھی۔ بحری جہاز راں کے کپتان اپنے جہازوں میں غلام بھی لانے لگے۔ اور غلام بنانے کا طریقہ پھر جاری ہوگیا۔ ۱۴۴۴ء میں سینیگال سے پہلی مرتبہ افریقی غلام پرتگال لائے گئے جن کو گھریلو اور زراعتی کاموں میں لگا دیا گیا۔ افریقی غلام بڑے محنتی اور کارکرد ثابت ہوئے۔ اور ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ پرتگال کے شہروں میں سیاہ فاموں کی تعداد سفید فاموں سے زیادہ ہوگئی۔ یہ افریقی غلام پرتگال ہی تک محدود نہ رکھے گئے بلکہ پرتگالی تاجروں نے ان غلاموں کو اسپین میں بھی فروخت کرنا شروع کردیا۔ اور یہ تجارت اتنی فائدہ بخش ثابت ہوئی کہ اہلِ اسپین بھی غلاموں کو پکڑنے اور ان کی تجارت کرنے لگے۔ اس کے بعد انگریز فرانسیسی

ڈچ سوئیڈن اور دوسری یورپی قوموں نے بھی غلامی کی تجارت شروع کردی۔ غلاموں کی تجدید میں عیسائی کلیسا نے بھی بہت حصہ لیا تھا۔ ۱۴۵۲ء میں پوپ نکولا پنجم نے شاہ پرتگال کو اس کا مجاز قرار دیا کہ وہ مسلمانوں اور دوسرے غیر عیسائی باشندوں کو فروخت کردے۔ عیسائی حکمران پوپ کو بطور تحفہ غلام پیش کرتے تھے جو عہدہ داران کلیسا میں تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ اور ان عہدہ داران کو یہ ممانعت کی گئی تھی۔ کہ وہ غلاموں کو آزاد نہ کریں۔ عیسائیت قبول کرنے والے اگر غیر عیسائیوں سے رابطہ قائم رکھتے تو غلام بنادئے جاتے تھے۔ اور مختلف ممالک میں متعدد جرائم کی سزا بھی غلامی قرار دی گئی تھی۔ اس طرح از منۂ وسطیٰ میں غلامی کے قدیم نظام کی تجدید کی جاتی تھی

**امریکی نوآبادیاں** ۔ امریکہ کی دریافت کے بعد غلامی میں بہت اضافہ ہونے لگا۔ اسپین والوں نے اپنی امریکی نوآبادیوں میں دیسی باشندوں کو غلام بنانا شروع کیا۔ اس کی ابتدا خود کولمبس نے کردی تھی۔ اور امریکی جزائر کے باشندوں کو غلام بنا کر اسپین بھیج دیا تھا۔ اس کی ایک تجویز تو یہ بھی تھی کہ اہل اسپین مویشیوں سے امریکی غلاموں کا تبادلہ کریں۔ اسپینی آبادکار جہاں قابض ہوتے وہاں کے باشندوں کو غلام بنانا شروع کردیتے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ اگر ان وحشیوں کو غلام بنا کر نہ رکھا گیا تو یہ جنگلوں میں بھاگ جائیں گے۔ نیز غلام بنا لینے سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو عیسائیت کی تعلیم دی جاسکے گی۔ امریکی جزائر میں مردم خوروں کی سرکوبی کے بہانے کثیر تعداد کو غلام بنایا گیا تھا۔ برازیل میں پرتگالیوں نے بھی سرخ ہندیوں کو غلام بنانا شروع کردیا۔ جنوبی اور مغربی علاقوں میں غلاموں کو پکڑنا ایک مستقل پیشہ بن گیا۔ یورپی ممالک میں تمباکو، کپاس، چاول، انیل اور نے شکر کی بہت مانگ تھی۔ یورپی آبادکار امریکی نوآبادیوں میں ان اشیاء کی وسیع کاشت کرتے تھے۔ لیکن کھیتوں میں کام کرنے کے لئے مزدور نہ ملتے تھے۔ اس لئے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے غلام رکھنے کا طریقہ رائج ہوگیا۔ آبادکار ان غلاموں پر شدید مظالم کرتے تھے۔ بعض خدا ترس انسانوں کو ان لوگوں سے ہمدردی ہوگئی اور انہوں نے یہ کوشش کی کہ غلاموں سے اچھا سلوک کیا جائے۔ لیکن آبادکار شاہی احکام تک کو نظرانداز کردیتے تھے۔ غلاموں پر مظالم کا سلسلہ جاری رہا۔ سرخ ہندی آبادی تیزی سے کم ہونے لگی۔ دوسری طرف غلاموں کی مانگ روز افزوں تھی چنانچہ افریقہ سے حبشی غلاموں کو امریکہ لانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ غلام سرخ ہندیوں سے زیادہ محنتی اور کارکرد تھے۔ اور ان کی مانگ بہت بڑھ گئی۔ اسپین میں حبشی غلام موجود تھے۔ ۱۵۰۲ء میں حکومت نے ان غلاموں کو امریکہ بھیجنے کی اجازت دے دی۔ ۱۵۱۷ء میں ہر اسپینی آبادکار کو ایک درجن غلام منگوانے کی اجازت دی گئی۔ شاہ چارلس نے اپنے ایک درباری کو سالانہ چار ہزار حبشی غلام امریکی جزائر میں بھیجنے کا اجازت نامہ دیا۔ اس نے یہ اجازت نامہ جینوا کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کردیا۔ ان تاجروں نے پرتگالیوں سے چار ہزار حبشی خرید لے اور ان کو امریکہ بھیج دیا اس طرح غلاموں کی تجارت شروع ہوگئی اور روز افزوں ترقی کرنے لگی۔ یورپی حکومتوں نے بھی اس کی حوصلہ افزائی کی اور غلاموں پر ٹیکس لگا کر آمدنی کا ایک اور ذریعہ پیدا کرلیا۔ بلند علاقوں کی آب و ہوا تو حبشیوں کو راس نہ آئی لیکن جزائر اور ہسپانوی نوآبادیوں میں یہ بہت پھیل گئے۔ برازیل میں ان علاقوں کی مانگ بہت زیادہ تھی۔ اور رفتہ رفتہ وہاں ان کی تعداد سفید فاموں کی بیس گنا ہوگئی۔

غلاموں کی تجارت میں انگریزوں کا کاروبار دوسری قوموں سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ یہ تجارت سب سے پہلے سرجان ہاکنز نے شروع کی تھی۔ پھر اسپینی نوآبادیوں کو غلام بھیجنے کا کاروبار کرنے کے لئے خاص کمپنیاں قائم کی گئیں۔ ولیم سوم نے عام اجازت دے دی۔ انگریزوں نے ایک معاہدہ کے مطابق اسپینی نوآبادیوں کو سالانہ پانچ ہزار حبشی غلام فراہم کرنے کا ٹھیکہ حاصل کیا اور اس کے لئے ایک کمپنی قائم کی گئی۔ سنہ ۱۶۸۰ء سے سنہ ۱۷۰۰ء تک صرف بیس سال کے عرصہ میں انگریز تاجروں نے تین لاکھ غلام فروخت کئے۔ اور پچاس سال کے عرصہ میں ان لوگوں نے صرف جمیکا میں چھ لاکھ سے زیادہ غلام بھیجے۔ غلاموں کی اس تجارت کا سب سے بڑا مرکز لیورپول تھا۔ اس کے علاوہ لندن، برسٹل اور لنکاسٹر بھی بڑے مرکز تھے۔ امریکی جنگ آزادی سے پہلے انگریزوں کی یہ تجارت انتہائی عروج پر تھی۔ انگریزوں کے علاوہ فرانسیسیوں اور ولندیزیوں کو بھی ان علاقوں میں غلاموں کی تجارت کرنے کے اجازت نامے دیے گئے تھے۔

اسپینی اور پرتگالی مقبوضات کے علاوہ فرانسیسی، ولندیزی اور انگریزی نوآبادیوں میں بھی غلاموں کی تجارت اور حبشی غلاموں کی تعداد روز افزوں تھی۔ انگریزی نوآبادیوں میں پہلے تو سرخ ہندیوں کو غلام بنایا گیا تھا۔ لیکن یہ غیر مفید اور خطرناک ثابت ہوئے کیونکہ یہ حسب مرضی کام نہ کرتے تھے اور جب موقع پاتے آقا کو قتل کرکے جنگل میں بھاگ جاتے تھے۔ چنانچہ ان نوآبادیوں میں بھی حبشیوں کی مانگ ہونے لگی۔ سنہ ۱۶۱۹ء میں ورجینیا میں ایک ولندیزی جہاز نے حبشی غلام فروخت کئے۔ جو بہت کارآمد ثابت ہوئے اور دوسری ریاستوں نے بھی حبشی غلام منگوانے شروع کئے۔ انگریزی نوآبادیوں میں بھی غلاموں پر بڑے مظالم ہوتے تھے۔ ان کے خلاف بہت سخت قوانین بنائے گئے۔ حبشیوں کی بے دینی اور نسلی کمتری کو ان کی غلامی کا جواز قرار دیا گیا۔ اور قانون کے مطابق ہر ایک حبشی غلام تصوّر کیا جاتا تھا۔ تاوقتیکہ وہ یہ ثابت نہ کر دے کہ آزاد ہے۔ قانون نے حبشیوں پر ہر قسم کی پابندیاں عائد کر دی تھیں اور سفید فاموں کو ان پر پورا اختیار حاصل تھا۔ اور غلاموں کی کثرت کا یہ حال تھا کہ برائن ایڈورڈ کے بیان کے مطابق سنہ ۱۶۸۰ء اور سنہ ۱۷۸۶ء کے درمیان برطانوی نوآبادیوں میں تقریباً بائیس لاکھ غلام درآمد کئے گئے تھے۔

**برطانیہ** — اٹھارہویں صدی میں غلاموں کی تجارت کے خلاف تحریکیں پھیلنے لگیں۔ یہ زمانہ جمہوری رجحانات کی ترقی اور احساس کی بیداری کا زمانہ تھا۔ غلامی کو غیر جمہوری اور غیر انسانی سمجھا جانے لگا۔ اور غلاموں پر انسانیت سوز مظالم نے ان سے ہمدردی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ انقلاب فرانس نے حریت اور مساوات کا پیغام سارے یورپ میں پھیلا دیا تھا۔ اور اس پیغام کے علمبردار غلامی کے شدید مخالف تھے۔ دوسری طرف آبادکاروں کے مظالم سے تنگ آکر غلاموں نے سرکشی شروع کر دی تھی۔ اور ان کی بغاوتوں نے ایسے نازک حالات پیدا کر دیئے کہ حکومتیں بھی اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ برطانیہ غلاموں کی تجارت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اور اس تجارت کے خلاف تحریک کا آغاز بھی یہیں سے ہوا۔ غلاموں پر مظالم کی داستانوں نے انسانیت دوست اور حساس لوگوں میں عام بے چینی پیدا کر دی۔ برطانیہ

کے ممتاز شاعر، مفکر اور مصلح غلاموں کی تجارت ختم کرنے کے مطالبہ میں سب سے آگے تھے۔ غلامی کے جواز پر شدت سے اعتراض کیا گیا اور اس کو غیر آئینی کاروبار کہا جانے لگا۔ چنانچہ یہ مسئلہ عدالت میں پیش ہوا۔ اور ۱۷۷۲ء میں عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ غلام سرزمین برطانیہ پر قدم رکھتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ ۱۷۷۶ء میں غلاموں کی تجارت کو غیر قانونی قرار دینے کی تجویز پارلیمنٹ میں پیش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مگر غلامی کی مخالفت روز افزوں تھی۔ کویکروں نے بہت منظم طور پر شدید مخالفت شروع کی ۱۷۸۳ء میں انہوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا مقصد امریکہ میں حبشی غلاموں کی امداد اور ان کی آزادی کے لئے جدوجہد اور غلاموں کی تجارت کی مخالفت کرنا تھا۔ ۱۷۸۷ء میں غلامی ختم کرنے کی جدوجہد کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ یہ کمیٹی غلاموں کے متعلق معلومات فراہم کرتی تھی انسداد غلامی کے لئے درخواستیں جمع کرتی اور پارلیمنٹ میں اس مسئلہ کو پیش کرنے والوں کی مدد کرتی تھی۔ غلامی کے خلاف تحریک برابر ترقی کرتی گئی۔ اور اس کو منسوخ کرنے کے لئے پارلیمنٹ سے شدید مطالبہ کیا جانے لگا۔ آخر کار ۱۷۸۸ء میں تاج نے تحقیقات کے لئے پریوی کونسل کی ایک کمیٹی مقرر کی۔ پٹ نے غلامی ختم کرنے کی حمایت کی۔ اور اس تحریک کا سب سے بڑا علمبردار ولبرفورس تھا۔ اس نے پارلیمنٹ میں غلامی کے خلاف ایک معرکتہ الآرا تقریر کی۔ اور ایسی بارہ قرار دادیں پیش کیں جن کی اساس پر غلاموں کی تجارت کو ممنوع کر دیا جائے لیکن غلاموں کی تجارت کے انسداد کا بل ناکام رہا۔ ۱۷۹۲ء میں ولبرفورس نے دوسرا بل پیش کیا اور آخر کار یہ طے ہوا کہ یکم جنوری ۱۷۹۶ء سے غلاموں کی تجارت بند کر دی جائے۔ غلامی کے خاتمہ کے لئے کئی کوششیں کی گئیں جو ناکام ہوئیں۔ لیکن یہ جدوجہد جاری رہی۔ یہاں تک کہ ۱۸۰۶ء میں گرنیول اور فاکس برسر اقتدار آئے اور یہ طے کیا گیا کہ مناسب مدت میں اور مناسب طریقہ سے اس تجارت کو ختم کرنے کی موثر تدبیریں اختیار کی جائیں۔ ۱۸۰۷ء میں فاکس نے دوسرا بل پیش کیا جو منظور ہوا اور تاج نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ کہ یکم مارچ ۱۸۰۸ء کے بعد کوئی غلام نوآبادیوں میں نہ بھیجا جائے۔ اسی سال "افریقی ادارہ" کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کی گئی تاکہ غلاموں کی تجارت کرنے والوں پر نگرانی رکھی جائے۔ اور دوسری یورپی قوموں کو بھی اس تجارت کے انسداد پر آمادہ کیا جائے۔ قانونی ممانعت اور ادارہ کی نگرانی کے باوجود تاجروں نے یہ کاروبار جاری رکھا اور آخر کار ۱۸۱۱ء میں خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزا دینے کا قانون منظور ہوا۔ اس قانون کی سختی اور سخت گیری کے باعث برطانوی مقبوضات میں غلامی کا انسداد ہو گیا۔ ہندوستان میں بھی غلامی کو ختم کرنے کی تدبیریں ۱۸۴۳ء میں اختیار کی گئیں اور ۱۸۵۷ء کے بعد یہ ممنوع کر دی گئی۔

**فرانس** ۔ فرانس نے ایک شدید کشمکش کے بعد غلامی کا انسداد کیا۔ ہیٹی یا سینٹ ڈومنگو پر اسپین کا قبضہ تھا۔ ۱۶۹۷ء میں یہ فرانس کے زیر اثر آ گیا۔ یہاں حبشی غلام سفید فاموں کے سولہ گنے تھے۔ ان غلاموں سے بہت برا سلوک کیا جاتا تھا غلاموں کے متعلق فرانسیسی قانون نرم تھا۔ لیکن اس قانون کی خلاف ورزی کی جاتی تھی۔ غلاموں میں بے چینی پھیل گئی ان کی مدد کے لئے ۱۷۸۸ء میں پیرس میں ایک انجمن قائم کی گئی۔ اس انجمن کا یہ مطالبہ تھا کہ نہ صرف غلاموں کی تجارت

بند کی جائے۔ بلکہ غلامی بھی ختم کر دی جائے۔ انقلاب نے اس تحریک پر گہرا اثر ڈالا اور اعلان حقوق انسانی کے تحت غلامی کے خاتمہ کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ جیکبیوں نے فرانسیسی نوآبادیوں میں غلامی کو ممنوع قرار دیا۔ ہیٹی میں غلاموں کو حقوق دینے کی شدید مخالفت کی جانے لگی۔ فرانس کی قومی اسمبلی کو یہ خطرہ تھا کہ غلاموں کو حقوق و آزادی عطا کرنے سے نو آبادیوں میں بے اطمینانی پھیل جائے گی۔ اس لئے ۱۷۹۰ء میں ان حقوق کو فرانس تک محدود کر دیا گیا۔ ہیٹی کے غلام اس سے بہت مایوس ہوئے اور بغاوت کر دی۔ آبادکاروں نے باغیوں کو بہت سخت سزائیں دیں۔ اور پیرس میں ان کے خلاف شدید ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ ۱۷۹۱ء میں اسمبلی نے یہ طے کیا کہ فرانسیسی مقبوضات میں سیہ فام آزاد شہریوں کو بھی تمام حقوق حاصل ہوں گے حبشی اس سے مطمئن نہ ہوئے۔ اور انہوں نے پھر بغاوت کی۔ آبادکاروں نے انگریزوں سے مدد مانگی۔ لیکن انگریزی فوج کے لئے بھی باغیوں پر قابو پانا دشوار تھا۔ ۱۷۹۸ء میں انگریز فوج واپس ہو گئی۔ باغیوں کی اس کامیابی سے غلامی ختم ہو گئی۔ اور غلام تنخواہ پانے والے ملازم بن گئے۔ البا میں نیپولین کی نظربندی کے بعد بوربون حکمران نے پھر غلاموں کی تجارت جاری کی اور غلامی کو رائج کرنا چاہا۔ لیکن نیپولین جب البا سے واپس آگیا تو اس نے غلامی اور غلاموں کی تجارت کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ ۱۸۱۵ء میں پیرس کی صلح کانفرنس نے بھی نیپولین کے اس فیصلہ کو برقرار رکھا اور ۱۸۱۸ء میں اسمبلی نے نیپولین کے فیصلہ کو قانونی شکل دے دی۔ اس طرح فرانس اور اس کے مقبوضات میں غلاموں کی تجارت اور غلامی ممنوع کر دی گئی۔

**دیگر ممالک**۔ برطانیہ اور فرانس کے علاوہ دوسرے ممالک نے بھی غلاموں کی تجارت اور غلامی کو قانوناً ممنوع کر دیا۔ یورپ میں سب سے پہلے ڈنمارک نے یہ اقدام کیا۔ اور ۱۷۹۲ء میں شاہی فرمان جاری ہوا کہ ۱۸۰۲ء کے اختتام سے تمام ڈینی مقبوضات میں غلاموں کی تجارت ممنوع ہوگی۔ اس طرح ڈنمارک نے یہ فیصلہ برطانیہ اور دوسرے ممالک سے پہلے ہی کیا۔ ۱۸۱۳ء میں سویڈن نے بھی غلامی کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۸۱۴ء میں ویانا کی کانگریس میں یہ طے کیا گیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے غلاموں کی تجارت ممنوع کر دی جائے۔ چنانچہ ہالینڈ میں اسی سال اسکو ممنوع قرار دیا گیا پرتگال نے ۱۸۱۵ء میں خطِ استوا کے شمال میں اس تجارت کو ممنوع کر دیا۔ اور دوسرے علاقوں میں اس کو ختم کرنے کی تاریخ ۱۸۲۳ء مقرر کی گئی پھر اس میں ۱۸۳۰ء تک توسیع ہوئی اور ۱۸۳۶ء میں پرتگالی مقبوضات سے غلاموں کو لے جانا بھی ممنوع کر دیا۔ اسپین نے ۱۸۲۰ء میں غلاموں کی تجارت ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۳۱ء میں برطانیہ اور فرانس میں یہ معاہدہ ہوا کہ غلاموں کی برآمد روکنے کی غرض سے افریقی ساحل کی نگرانی کرنے کے لئے مشترکہ بیڑہ رکھا جائے۔ ان معاہدوں کے نتائج بہت اچھے نکلے اور مختلف ممالک کے اشتراک عمل سے غلامی کے انسداد میں بہت مدد ملی۔

**جنوبی امریکہ**۔ اسپین کی امریکی نوآبادیوں میں غلاموں کی کثرت تھی یہ نوآبادیاں ۱۸۱۰ء اور ۱۸۲۵ء کے درمیان اسپین کے اقتدار سے آزاد ہو گئیں اور آزادی حاصل کرنے کے بعد ان سب ملکوں نے غلامی کو بھی ختم کر دیا۔ کیوبا پر اسپین

کا قبضہ زیادہ مدت تک رہا۔ یہاں ۱۸۴۲ء میں غلاموں کی تعداد چوالیس ہزار ہو گئی تھی۔ لیکن ان کی حالت بہت خراب تھی اور قانون کو نظر انداز کر کے ان سے بدسلوکی ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ عام بے چینی کی شکل میں نکلا۔ اسپین نے غلاموں کی تجارت ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں اسپینی پارلیمنٹ نے یہ قانون منظور کیا۔ کہ ساٹھ سال یا اس سے زیادہ عمر کے سب غلام آزاد کر دیئے جائیں۔ نیز اس قانون کی منظوری کے بعد غلاموں کی جو اولاد پیدا ہو گی وہ بھی آزاد ہو گی۔ اس طرح رفتہ رفتہ کیوبا میں بھی غلامی ختم ہو گئی۔

برازیل نے بھی غلامی کو ختم کرنے کا تصفیہ کیا اور ۱۸۲۶ء میں برطانیہ سے ایک معاہدہ کیا تاکہ تاجروں کے خلاف موثر قدم اٹھایا جا سکے۔ شاہ برازیل نے ۱۸۳۱ء میں غلاموں کی تجارت کو جرم قرار دیا۔ لیکن تمام کوششوں کے باوجود خفیہ تجارت تھوڑی بہت جاری رہی اور ۱۸۵۰ء میں پوری طرح ختم ہو گئی۔ ۱۸۷۱ء میں برازیل کی پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کیا جس کے مطابق سرکاری غلام آزاد کر دیئے گئے نئے غلام بنانا ممنوع کر دیا گیا اور پرانے غلاموں کو آزادی حاصل کرنے کی سہولت دی گئی اس کے بعد ۱۸۸۸ء میں فیصلہ کن قدم اٹھایا گیا اور غلامی کے مکمل خاتمہ کا قانون نافذ ہوا۔ اور سات لاکھ غلام آزاد کر دیئے گئے۔

**ریاستہائے متحدہ**۔ امریکہ میں برطانوی نوآبادیات کی جنگ آزادی کے دوران غلاموں کو آزاد کرنے کی تحریک اٹھائی گئی اور مختلف ریاستوں نے اپنے دستور میں انسداد غلامی کو بھی شامل کر لیا۔ سب سے پہلے مساچوسٹس نے ۱۷۸۰ء میں غلاموں کی ملکیت کو غیر قانونی قرار دیا اور ۱۸۰۴ء تک دوسری متعدد ریاستوں نے بھی غلامی کے انسداد کی تدبیریں اختیار کیں چنانچہ امریکہ میں پیدا ہونے والے غلام زادوں کو بالغ ہونے کے بعد آزادی کا حق دیا گیا۔ پنسلوانیہ میں کویکروں نے ۱۶۹۶ء میں غلاموں کی آزادی کیلئے تحریک شروع کی تھی ۱۷۷۰ء تک یہ تحریک بہت ترقی کر گئی تھی اور مختلف ریاستوں میں پھیل گئی تھی۔ جان وولمن اور انتھونی بینیزٹ نے جنگ آزادی کے قریب غلاموں کی آزادی کیلئے بھی منظم تحریک شروع کی اور وسیع پروپگنڈہ کیا۔ جیمز پمبرٹن اور بنجامن رش کی قائم کردہ انجمنوں نے ۱۸۸۴ء میں ایک وسیع تنظیم کی شکل اختیار کر لی اور انسداد غلامی کی تحریک بہت پھیل گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جنوبی ریاستوں میں غلامی کے انسداد کی تحریک سرد تھی۔ اور میری لینڈ اور ورجینیا اقتصادی مصلحتوں کی بنا پر اس تحریک کی حامی نہ تھیں۔

امریکی جنگ آزادی کے رہنما غلامی کو ناپسند کرتے تھے۔ واشنگٹن نے اپنے غلاموں کو آزاد کر دینے کی وصیت کی تھی۔ اور اپنی اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ تمام ملک میں غلامی ختم ہو جائے۔ جان ایڈمز، فرینکلن، میڈیسن، ہملٹن اور پیٹرک ہنری سب کی یہ خواہش تھی کہ غلامی ختم کر دی جائے۔ اور ۱۷۸۷ء میں فلیڈلفیا کے اجتماع میں جب امریکی دستور کا مسودہ تیار کیا جانے لگا۔ تو اس کو ترتیب دینے والے غلامی کے مخالف تھے۔ لیکن ان سب کے لئے اپنے اس نظریہ پر عمل کرنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ کئی ریاستیں غلامی کو برقرار رکھنے کی حامی تھیں۔ اور جنوبی کیرولینا اور جارجیا نے تو امریکی وفاق میں شرکت کے لئے یہ شرط پیش کی تھی کہ غلامی کو تسلیم کیا جائے۔ امریکی دستور میں غلام یا غلامی کا نام تو نہیں لایا گیا لیکن یہ نظام برقرار رہا۔ اور کانگریس کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ بیس سال کے بعد غلاموں کی تجارت کو ختم کرنے کا مسئلہ طے کرے۔ امریکی ریاستوں کا اتحاد قائم ہوتے ہی شمالی ریاستیں غلامی کو ختم کرنے لگی

تھیں۔ اس کی ابتدا ۱۷۷۷ء میں ورمونٹ نے کی تھی۔ اور آخر میں نیوجرسی نے ۱۸۰۴ء میں اس پر عمل کیا۔ لیکن جنوبی ریاستوں میں غلامی برقرار رہی امریکہ کے ممتاز اہل قلم، شعراء، مفکر اور فہیم و فرلیس افراد غلامی کے مخالف تھے۔ لیکن جنوبی ریاستیں اس کے لئے آمادہ نہ کی جاسکیں۔ اور کانگریس ۱۸۰۸ء سے قبل غلاموں کی تجارت بند نہ کرسکتی تھی۔ تاہم تحریک کا یہ اثر ہوا کہ ۱۷۹۸ء میں جارجیا اور ۱۸۰۳ء میں جنوبی کیرولینا نے بھی غلاموں کی تجارت بند کر دی۔ اور ۱۷۹۴ء میں امریکی شہریوں کے لئے غلاموں کی تجارت میں حصہ لینا ممنوع کر دیا گیا۔ ۱۸۰۷ء میں یہ قانون منظور ہوا کہ افریقہ سے غلاموں کو درآمد کرنا ممنوع ہے۔ اور ۱۸۰۸ء میں یہ قانون نافذ بھی کر دیا گیا۔ ۱۸۱۴ء میں امریکہ اور برطانیہ نے یہ معاہدہ کیا کہ وہ غلاموں کی تجارت کو ختم کرنے کے لئے پوری کوشش کریں گے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں غلاموں کی تجارت بند کر دی گئی تھی لیکن غلامی کو ختم کرنے کا مسئلہ باقی تھا۔ شمالی ریاستیں غلامی کو ختم کرنے کی حامی تھیں۔ اور جنوبی ریاستیں اس کی مخالف تھیں۔ شمال و جنوب کے اختلافات نے نازک صورت اختیار کر لی۔ غلامی کو برقرار رکھنے کی حامی ان ریاستوں نے جو وفاق سے علاحدہ ہونا چاہتی تھیں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۶۰ء کو جنوبی کیرولینا نے اور ۹ جنوری و یکم فروری ۱۸۶۱ء کے درمیان چھ اور ریاستوں نے امریکی وفاق سے علاحدگی اختیار کی۔ لیکن صدر بکینن نے ریاستوں کے اس اختیار کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اپریل ۱۸۶۱ء میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مارچ ۱۸۶۱ء میں لنکن صدر ہو گیا تھا اور اس کو بڑی مشکلات کا سامنا تھا۔ غلامی کو برقرار رکھنے کی حامی سات ریاستیں علاحدہ ہو چکی تھیں اور آٹھ وفاق میں شامل تھیں اور یہ اندیشہ تھا کہ اگر جبر کیا گیا تو یہ ریاستیں بھی علاحدہ ہو جائیں گی۔ آگے چل کر ان آٹھ میں سے تین اور ریاستیں بھی علاحدہ ہو گئیں۔ اور چار سال تک شدید جنگ ہوئی جس میں تقریباً چالیس لاکھ سپاہیوں نے حصہ لیا۔ لنکن نے تمام مشکلات کا بڑی خوبی سے مقابلہ کیا۔ اور اپنے جمہوری نظریات پر سختی سے قائم رہا۔ ۱۸۶۲ء میں کانگریس نے غلامی کو ختم کر دیا۔ اور اپریل ۱۸۶۵ء میں جب جنوبی ریاستوں نے ہتھیار ڈالے تو نہ صرف یونین برقرار رہی۔ بلکہ تمام امریکی ریاستوں میں غلامی بھی ختم ہو گئی۔ اور جمہوریت پسند لنکن کی حکومت امریکہ میں جمہوریت کا پرچم سر بلند رکھنے میں کامیاب ہوئی۔

**بین الاقوامی جدوجہد۔** غلامی کے انسداد کے لئے مختلف ممالک نے متعدد کوششیں بھی کیں اور اس طویل بین الاقوامی جدوجہد کا نتیجہ پوری کامیابی کی شکل میں نکلا۔ ۱۸۱۵ء میں ویانا کی کانگریس نے غلامی کے انسداد کے لئے مشترکہ جدوجہد کا تصفیہ کیا۔ اور ۱۸۸۵ء میں عہد نامہ برلن کے مطابق یورپ کی تیرہ اقوام اور امریکہ نے یہ فیصلہ کیا کہ غلاموں کی تجارت اور غلامی کے انسداد کے لئے وہ باہمی تعاون اور مشترکہ کوشش کریں گے۔ ۱۸۳۱ء میں فرانس اور برطانیہ اور ۱۸۴۲ء میں امریکہ اور برطانیہ کے درمیان جو معاہدے ہوئے تھے ان کا مقصد بحری راستوں سے غلاموں کی تجارت کو روکنا تھا۔ غلامی کے انسداد کے لئے صرف بحر الکاہل کی ناکہ بندی کافی نہ تھی کیونکہ

مشرقی افریقہ سے عرب، ایران، ہندوستان اور دوسرے ممالک کو بھی غلام بڑی تعداد میں بھیجے جاتے تھے ۱۸۱۲ء میں برطانیہ نے مسقط و زنجبار کے حکمران سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ غلاموں کی تجارت بند کر دی جائے۔ اور ۱۸۲۲ء میں سلطان نے ہندوستان اور ایران میں غلام بھیجنے کا سلسلہ بند کرنے کا اقرار کیا۔ لیکن یہ تجارت جاری رہی۔ ۱۸۴۵ء میں سلطان نے یہ وعدہ کیا کہ زنجبار سے غلاموں کی برآمد بالکل بند کر دی جائے گی۔ مگر خفیہ تجارت اس کے بعد بھی ہوتی رہی۔ آخر کار برطانیہ نے سختی سے کام لیا اور ۱۸۷۲ء میں یہ مطالبہ کیا کہ غلاموں کی تجارت کے تمام بازار اور خفیہ راستے بند کرائے جائیں۔ سلطان کو یہ مطالبہ ماننا پڑا اور ۱۸۷۳ء میں زنجبار کی بندرگاہ سے غلاموں کی تجارت ممنوع قرار دی گئی۔ ۱۸۹۰ء میں جب کہ یورپی ممالک میں افریقہ کی تقسیم مکمل ہو گئی تو ملکہ وکٹوریہ کی خواہش پر برسلز میں ایک اجتماع ہوا جس میں تیرہ یورپی ممالک اور ایران، زنجبار اور کانگو نے غلاموں کی تجارت کو بالکل بند کر دینے کا معاہدہ کیا۔ چنانچہ قانون برسلز کے مطابق غلاموں کی تجارت غیر قانونی قرار دی گئی۔ اور متحدہ ممالک نے یہ طے کیا کہ وہ اس کے انسداد کے لئے مشترکہ طور پر کام کریں گے۔ بحر ہند، خلیج فارس اور بحر احمر میں جہازوں کی تلاشی، گرفتاری اور ان پر مقدمہ چلانے کے اصول طے کئے گئے اور طاقتور بحری چوکیاں قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا تاکہ خلاف ورزی کرنے والے تاجروں کو پکڑا جا سکے۔ بحری نگرانی کے علاوہ سوڈان، نائجیریا، کانگو اور نیاسا لینڈ میں غلاموں کو پکڑنے کی ممانعت کر دی گئی اور بڑی سختی سے کام لیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسویں صدی کے آغاز تک حبشی اور لائبیریا کے سوا افریقہ کے تمام علاقوں میں یہ طریقہ بند ہو گیا۔

**اصلاحی کوششیں**۔ غلامی کے مکمل خاتمہ کی جدوجہد بیسویں صدی میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۹ء میں سینٹ جرمین کے کنونشن کے مطابق فاتح اقوام نے یہ طے کیا اور جرمنی کو بھی اس کا پابند قرار دیا گیا۔ کہ غلامی کی ہر ایک قسم کو بشمول بیگار ختم کر دیا جائے اور بحری اور بری راستوں سے غلاموں کی تجارت کو قطعاً بند کر دیا جائے۔ ۱۹۲۴ء میں ایک کمیٹی نے غلاموں کی وضاحت کرتے ہوئے جہیز میں دی جانے والی لڑکیوں، خرید کر پالے جانے والے بچوں، تحویل میں رکھے جانے والے مقروضوں اور بغیر اجرت کام کرنے والے مزدوروں کو بھی غلامی کے زمرہ میں شامل کر کے ان کی آزادی و تحفظ کی سفارش کی۔ اور ۱۹۲۶ء میں باتیس ممالک نے غلامی کی ان تمام اقسام کو ختم کرنے کا بھی ایک معاہدہ کیا جس کا مسودہ مجلس اقوام کی نگرانی میں تیار ہوا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں مجلس نے جبری محنت کو غیر آئینی قرار دیا۔ ۱۹۳۲ء میں مجلس کی اسمبلی نے ایک کمیٹی مقرر کی۔ جس نے انسداد غلامی سے متعلق تمام معاہدوں کو روبہ عمل لانے کی تدابیر اور دوسری موثر اور قابل عمل تجاویز پیش کیں۔ اور اڑتیس ممالک نے انسداد غلامی کی ان تمام تجاویز کو منظور کر لیا۔

عرب ایک ایسا ملک رہ گیا تھا جہاں غلامی ختم نہ ہوئی تھی اور وہاں خفیہ طریقوں سے افریقی غلام بھی لائے جاتے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے اسلام ہی نے معاشرے کے دامن سے غلامی کے داغ مٹانے کی کوشش کی اور اس کے انسداد کے لئے ایسی موثر تدبیریں اختیار کیں جن پر اگر چند سال اور عمل کیا جاتا تو صدیوں پہلے غلامی ختم ہوجاتی۔ لیکن اسلامی اصولوں سے بے اعتنائی کا ایک حیرت انگیز و عبرت خیز پہلو یہ ہے کہ ساری دنیا میں غلامی کے ختم ہو جانے کے بعد بھی اگر غلامی باقی رہی تو اس ملک میں جو اسلام کا گہوارہ تھا۔ عرب میں غلامی کے انسداد کے لئے بڑی کوششیں کرنی پڑیں۔ آخرکار ۱۹۳۶ء میں ابن سعود نے ایک فرمان جاری کیا جس کے بموجب بحری راستوں سے غلاموں کو لانا۔ آزاد کو غلام بنانا اور ناجائز طور پر درآمد کئے ہوئے غلام کو رکھنا جرم قرار دیا گیا نیز غلاموں سے رکن خاندان جیسا سلوک کرنے اور ان کو پورے حقوق دینے کی تاکید کی گئی۔ اس فرمان سے حالات کی اصلاح تو ہوگئی لیکن فوری اور مکمل انسداد نہ ہوسکا تاہم انسداد کی راہ ہموار ہوگئی۔ اور اس ملک میں بھی غلامی کا ختم ہوجانا لازمی ہے۔ بیسویں صدی میں تمام کوششیں ان خرابیوں کو دور کرنے پر مرتکز رہیں جو نظام غلامی نے مختلف شکلوں میں معاشرہ میں پیدا کردی تھیں۔ ورنہ غلاموں کی تجارت اور غلامی کے انسداد کی جدوجہد انیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہی پوری طرح کامیاب ہوگئی تھی اور یہ کامیابی درحقیقت جمہوریت و انسانیت کی بہت بڑی فتح ہے۔

# مطبوعات بزم اقبالؒ

**مجلہ اقبال** — مدیر:۔ ایم۔ ایم شریف۔ بشیر احمد ڈار

یہ مجلہ سہ ماہی ہے دو انگریزی اور دو اردو شماروں میں قیمت سالانہ دس روپے۔ صرف اردو یا انگریزی شمارے پانچ روپے

| | | روپے آنے پائی |
|---|---|---|
| میٹا فزکس آف پرشیا | (انگریزی) مصنفہ علامہ اقبالؒ | ۵—۰—۰ |
| ذکر اقبال | مصنفہ مولانا عبدالمجید سالک | ۵—۰—۰ |
| اقبال اور ملا۔ | مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم | ۰—۱۲—۰ |
| مکاتیب اقبالؒ | بنام خان محمد نیاز الدین خان مرحوم | ۱—۴—۰ |
| تقاریر یوم اقبالؒ | ۱۹۵۷ء | ۱—۴—۰ |
| علامہ اقبالؒ | مترجمہ صوفی غلام مصطفٰے تبسم | ۱—۸—۰ |
| جدید سیاسی نظریے | مصنف سی، ای، ایم، جوڈ مترجمین عبدالمجید سالک و ڈاکٹر عبدالحمی۔ | ۲—۱۲—۰ |
| غیب و شہود | مصنف سر آرتھر اسٹینلے ایڈنگٹن مترجم سید نذیر نیازی | ۷—۱۴—۰ |

معتمد بزم اقبال و مجلس ترقی ادب ۲ نرسنگ داس گارڈن۔ کلب روڈ۔ لاہور